Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 3 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189

http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

Problems of Unmatched Marriage and Annulment of Marriage in Urdu Novel

اردو ناول میں بے جوڑ شادی اور خلع کے مسائل

Dr. Uzma Noreen*

Lecturer Urdu Department G.C Women University Sialkot

Dr. Seema Gul

Visiting Lecturer, Urdu Department University of Swabi

ABSTRACT

In the Urdu novel, the problems of unmatched marriage and divorce are presented in a very sensitive and realistic manner. These themes reflect our social structures, traditions and gender inequality. Urdu novelists have described unmarried marriage as an important social problem. In such marriages, there is an imbalance of age, education, temperament or social status, which results in mental harmony between the spouses. Most of the novels have shown that these marriages under family or social pressure have a greater impact on the woman's life, where she has to face compromise, deprivation and sometimes mental anguish. The problem of divorce also comes up as an important topic in Urdu novels. Although women have the right to divorce in Islamic teachings, it has not been shown to be easy to achieve this at the social level. The novels show women facing legal, social and familial barriers to divorce. Fear of stigma, economic instability and family pressure prevent women from exercising this right. Through these problems, the authors have not only highlighted the social injustices but also emphasized the need for reforming the society. Efforts have been made to raise awareness about the disadvantages of extramarital marriage and the right to divorce, so that a balanced and just society can be formed. In short, the issues of unmarried marriage and Annulment in the Urdu novel are not merely personal stories but represent broader social realities. These themes make the reader think and provide guidance towards social change.

Keywords: Urdu novel, unmatched marriage, gender inequality, mental anguish, facing legal, social, familial barriers, Annulment, social change.

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 3 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

ادب زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں معاشرتی واقعات، حالات، طرز فکر اور رسم و راج کی تصاویر بخوبی دیکھی جا سکتی ہیں۔ جب ہم اردو ناول کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں ابتدا ہی سے ہندوستانی معاشرے کی سماجی اور سیاسی زندگی کی بھی بھرپور عکاسی دکھائی دیتی ہے۔ اس طرح اردو کے ابتدائی ناول عورت کی سماجی حیثیت کے حوالے سے خصوصی حوالہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ ہر مذہب میں عورت کی آزادی اور ان کے مقام کے حوالے سے مختلف قسم کے تہذیبی حالات اور پس منظر کے لحاظ سے الگ الگ مقام دیا جاتا ہے تو اردو کے ابتدائی ناولوں میں عورت کو مخصوص مقام دینے کے حوالے سے خصوصی اہتمام کیا جاتا رہا ہے۔ ان کے ہاں عورتوں کے مسائل و مشکلات کو موضوع بنایا جاتا رہا ہے۔ مثلاً اگرچہ اردو کے پہلے ناول نگار نذیر احمد کو دیکھیں تو انھوں نے اپنے ناولوں فسانہ مبتلا یا محصنات میں ایک سے زیادہ شادیوں کی مخالفت کے حوالے سے معاشرتی حدود و قیود کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح ہمارے معاشرے میں اس سے مسائل حل ہونے کی بجائے بڑھ جاتے ہیں اور عموماً اس کا انجام دردناک ہی ہوتا ہے۔ ایک کردار اپنی خانگی زندگی سے تنگ آ کر ایک طوائف سے شادی کر لیتا ہے مگر بعد میں دو بیویوں کے درمیان مسائل اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ بے چارہ خودکشی تک کرنے کا سوچ لیتا ہے اور یوں طرح طرح کے مصائب کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ مثلاً اپنی بیگم (غیرت بیگم) کی کج فہمی، بد سلیقگی اور جہالت سے تنگ آ کر دوسری شادی کر لیتا ہے مگر بعد میں دونوں بیویوں کے درمیان انصاف نہیں کر پاتا اور دونوں خواتین طرح طرح کے مسائل کا شکار ہو جاتی ہیں۔ مرد بھی پریشان ہو جاتے ہیں۔ یعنی ہر طرف ناانصافی ہوتی ہے اور اس طرح ان کے درمیان زندگی کے لاتعداد مسائل سامنے آ جاتے ہیں۔ اس ناول کے دیباچے میں نذیر احمد لکھتے ہیں:

> "مسلمانوں کی معاشرت میں عورتوں کی جہالت اور نکاح کے بارے میں مردوں کی آزادی میں دو بہت بڑے نقص ہیں۔"(۱)

ناول کی کہانی یوں ہے کہ مرکزی کردار مبتلا "اپنے دوست عارف سے اپنی دوسری شادی کے بارے میں مشورہ کرتا ہے کہ جب اسلام میں دو شادیاں جائز ہیں تو میں کیا کروں؟ عارف اسے سمجھاتا ہے کہ بے شک چار شادیوں کی اجازت تو ہے مگر پھر ان سب کے ساتھ انصاف بھی ضروری

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 3 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

ہے۔اس لیے ضروری یہ ہے کہ اگر کسی دوسری یا تیسری شادی کا ارادہ ہو تو وہ انصاف بھی کر سکے۔ مگر مبتلا اُسے ایک مولوی فقیر محمد کے حوالے سے بتاتا ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ بس شادی کرو۔ باقی اللہ مالک ہے۔تب مبتلا دوسری شادی تو کر لیتا ہے مگر بعد میں ایسے مسائل سامنے آجاتے ہیں اُسے رہ رہ کر عارف کی باتیں یاد آنے لگتی ہیں اور یوں اس کی زندگی مصیبتوں ،مسائل اور مشکلات کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے۔

"فسانہ آزاد" کے مصنف پنڈت رتن ناتھ سرشار نے اس ناول میں تعدد ازواج کے حوالے سے کئی جگہوں پر بات کی ہے کہ لکھنو کے اصحاب اور رئیس زادے تو دو چار نہیں بلکہ کئی سے نکاح اور کئی ایک سے بے نکاح ازدواجی تعلق قائم رکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ لکھنوی معاشرہ بدامنی کا شکار ہے۔ایک زنانہ کردار زینت النسایوں کہتی ہے:

> "بڑی برائی یہ ہے کہ محض شیطان کے ورغلانے سے لوگ بیوی پر قادر نہیں رہتے۔دو دو چار شادیاں کر لیتے ہیں۔یہ رسم اہلِ اسلام میں بھی جاری ہے اور بعض اہلِ ہنود میں بھی۔مگر سو میں سے شاید ایک ایسا آدمی ہو گا جو سب بیویوں سے عدل کر سکے۔مرد اچھا ہے فرشتہ بن کر کیوں نہ آئے ہم نہ مانیں کہ سب بیویوں سے اس کی مساوی محبت ہو گی۔"(۲)

راشد الخیری کے ناولوں میں بھی کثرت ازواج کی مخالفت ملتی ہے۔وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے ناولوں میں اسی موضوع پر بات کی ہے۔ان کا بھی خیال ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں تب ہی ممکن ہیں جب آپ ان کے حقوق ادا کر سکتے ہوں۔وہ کہتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری عورتوں پر بھی ہوتی ہے۔وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک سے زیادہ شادیوں میں غموماً نفس پرستی کا بھی زیادہ عمل دخل ہوتا ہے۔دوسرا یہ کہ اس قسم کا ماحول عورتیں بھی پیدا کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے مردوں کو دوسری شادی کا بہانہ مل جاتا ہے۔ان کے ناول "شام زندگی" میں وسیم دلہن بھی ایسا ماحول پیدا کر دیتی ہے کہ اپنی نالائقی کی وجہ سے شوہر سے نالاں رہتی ہے۔اس ناول سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 3 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

"سوا چند خود غرض افراد سے جو شوقیہ نکاح کرتے ہیں۔۔۔عام طور پر نکاح ثانی کی وجہ موجودہ بیوی ہوتی ہے۔ اگر بیوی اپنے فرائض انجام دے اور پھر مرد دوسرا نکاح کرلے تو وہ اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہوگا۔"(۳)

اس طرح کے خیالات پریم چند کے بھی ہیں۔وہ بھی اشد ضرورت کے بغیر ایک سے زیادہ شادیوں کے رویے سے نالاں ہیں۔ان کا ناول "پردہ مجاز" اسی مسئلے کو سامنے لاتا ہے۔ جس میں راجہ بشال سنگھ چار شادیاں کرلیتا ہے۔جب اس کی شادی چوتھی بیوی منورما سے ہوجاتی ہے تو ابتدائی عرصے میں وہ اپنے شوہر کی چہیتی بیوی بنی ہوتی ہے مگر جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے وہ بھی پچھلی بیویوں کی طرح شوہر کے دل سے اتر جاتی ہے۔اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔بشال سنگھ کی ایک بیوی کے الفاظ یہ ہیں:

"مجھ میں اور بیوہ میں اب فرق کیا ہے، بلکہ بیوہ مجھ سے ہزار درجے اچھی، جلن تو نہیں، یہاں تو زندگی رونے اور کڑھنے میں کٹ رہی ہے۔"(۴)

اردو کی معروف ناول نگار خاتون "نذر سجاد حیدر" نے اپنے ناول "آہ مظلوماں" میں بھی اس مسئلہ کو اٹھایا ہے۔اس سے جو مسائل جنم لیتے ہیں وہ مذکورہ ناول مُن سامنے آتے ہیں۔ نذر سجاد نے بھ ایک سے زیادہ شادیون کی مخالفت کی ہے اور ناول میں دو کہانیاں بیک وقت ساتھ چالتی ہیں۔ایک کہانی ایک مرد طوائف سے دوسری شادی کرکے پچھتاتے ہیں جب کہ دوسرے قصے میں ماں اپنے بیٹے کی دوسری شادی کرا کر اپنے کیے پر پشیمان ہوجاتی ہے۔اس طرح دونوں طرف حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور یوں آخر میں مصنفہ ببانگ دہل اعلام کے انداز میں مردوں کو تنبیہ کرکے کہلوادیتی ہیں کہ دوسری شادی ہر گز نہ کریں۔البتہ پہلی بیوی کے ساتھ تعلقات بہتر بنا کر اس کے ساتھ نباہ کرنے کی کوشش کریں اور اپنے حالات کی اصلاح کریں۔ناول کے آخر میں یہ اشعار بھی دیئے گئے ہیں:

مبتلا جب ہم آفتوں میں ہیں
کس طرح تم کو راہبر مانیں
کشرتِ ازدواج جب دور ہو
تب تمہیں ہم ریفارمر جانیں (۵)

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 3 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

نذر سجاد کے دوسرے ناول "خرماں نصیب" میں بھی یہی حالات ہوتے ہیں۔ اس ناول کی ہیروئن کی ایک ایسے آدمی سے ملاقات ہو جاتی ہے جو پہلے سے شادی شدہ ہوتا ہے۔ اس طرح ہیروئن اسے اپنی دو بیویوں کے پاس بھیج دیتی ہے اور اسے دونوں کے ساتھ رہنے کی نصیحت کرتی ہے اور اس طرح وہ دونوں ازواج کے ساتھ خوشی خوشی رہنے لگتا ہے۔

اردو ناول میں کئی ایسے موضوعات بھی سامنے آتے ہیں جہاں مرد و عورت بزرگوں کی وجہ سے رشتہ ازدواج میں تو بندھ جاتے ہیں مگر بعد میں گھریلو مسائل کی وجہ سے شادیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ پہلے زمانے میں عموماً رشتے بزرگوں کی مرضی سے ہوتے تھے۔ البتہ یہ ہے کہ مرد کہیں نہ کہیں اپنی مرضی شامل کر لیتے جب کہ عورتیں اندھیرے میں ہی رہتیں۔ دوسرا یہ بھی تھا کہ بادشاہ، راجا، جاگیردار اور تعلقدار وغیرہ شادی کرنے میں نہ صرف من مانیاں کرتے بلکہ کئی کئی شادیاں کرتے، مگر عورت کے معاملے میں ایسا نہیں تھا۔ اسے اپنی مرضی کی پہلے بھی کوئی اجازت نہ تھی نہ اب ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد کے ناول "ایامیٰ" میں عورتوں کے حوالے سے یہی بات کی گئی ہے۔ ناول میں خواتین کی سماجی حیثیت کے بارے میں مکمل اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ ایک جگہ ناول سے اقتباس ملاحظہ ہو:

> "شادی بیاہ کے معاملے میں عورتوں کی درماندگی اس درجے کو پہنچی کہ ان میں اور افریقہ کے لونڈی غلاموں میں کچھ فرق نہیں، مالک نے جس کے ہاتھ چاہا لونڈی غلاموں کو بیچ دیا۔ اسی طرح ولی بزرگ یا سرپرست جس کے ساتھ جی میں آیا عورت کو بیاہ دیا۔"(۶)

اسی طرح خیالات رتن ناتھ سرشار کے بھی ہیں۔ وہ بھی شادی کے معاملے میں عورت کی مرضی کے حامی ہیں۔ ان کے ناول "فسانہ آزاد" کی ہیروئین حسن آراء یوں کہتی ہے:

> "کنواری لڑکی سے زیادہ بے بس کون۔ کوئی نہیں۔ زبا سے مگر بول نہیں سکتی۔ گویا منہ میں زبان نہیں۔ کیا مجال کہ لب سے جنبش کی اور لوگوں نے طعنہ دینا شروع کیا۔۔۔ بڑی بوڑھی عورتیں طعنے دے دے کر ناک میں دم کر دیں۔ اس کو معلوم ہی نہیں کہ تمام عمر کس کے ساتھ بسر کرے

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 3 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

گی۔اس کے فرشتے کو بھی خبر نہیں کہ وہ کس کے ساتھ بیاہی جائے گی

۔"(۷)

حسن آراء کے خود تو یہ خیالات ہیں اور وہ شادی کے معاملے میں عورت کی مرضی کی حمایت کرنے والی ہے مگر جب اس کی شادی کا معاملہ سامنے آجاتا ہے تو اس کی ماں جو ایک توہم پرست، جاہل اور رسم و رواج کی حامل عورت ہے۔ حسن آراء کی شادی ایک رئیس باتوقیر کے صاحبزادے اکبر کے ساتھ کروانا چاہتی تھی۔اس حوالے سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"بڑی بیگم نے ایک رئیس باتوقیر کے صاحبزادے اکبر کے ساتھ اپنی بڑی صاحبزادی کا عقد کرنا چاہا اور ان کے پیغام کو قبول کر لیا۔ بڑی لڑکی حسن آرا بچاری ششدر حیران و مضطر کہ یاالٰہی اب میں کیا کروں۔ جو میرے شوہر ہونے والے ہیں ان کی صورت کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھی۔ ہم جولیاں مبارک سلامت کہتی ہیں۔ پیلوں خون خشک ہو جاتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ خدا جانے بدوضع ہے، بدقطع ہے، پڑھا لکھا ہے، یا جاہل خواندہ، واللہ الاعلم، خیالات کیسے ہیں۔ یا الٰہی کیا کروں کہاں جاؤں۔"(۸)

اب صورتِ حال یہ بن جاتی ہے کہ وہ رئیس زادہ چوری کے کے الزام میں گرفتار ہو جاتا ہے اور یوں یہ خبر اخبار میں چھپ جاتی ہے کس کی وجہ سے اس سے حسن آراء کی جان چھوٹ جاتی ہے،

اس طرح پھر وہ میاں آزاد سے انٹرویو لیتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ میرے ہونے والے شوہر کو تعلیم یافتہ ہونا چاہیئے۔ وہ حسین و جمیل بھی ہو۔ وہ پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں اور شادی کے فیصلے میں دلوں کی مرضی شامل ہو۔اس طرح دونوں کی شادی ہو جاتی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرشار ایک روشن خیال مصنف تھے اور دونوں میاں بیوی کی رضامندی سے شادی کے حامل تھے۔

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 3 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

عبدالحلیم شرر کے ہاں بھی عورت اور مرد کی باہمی رضامندی سے شادی پر زور دیا گیا ہے۔وہ اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ اکثراوقات خلافِ شریعت باتیں فروغ پاتی ہیں اور اس طرح مرد یا عورت یا دونوں کی مرضی کے بغیر رشتہ طے پا جاتا ہے جو بعد میں دونوں فریقین کے لیے باعثِ شرمندگی و پریشانی ہوتا ہے۔ شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ اس مقصد کے لیے دونوں کی رضا سنت ہے۔ان کے ناولوں "آغا صادق کی شادی"اور "بدرالنساء"میں اسی مسئلے کو اجاگر کیا گیا ہے۔اول الذکر ناول کے پہلے ہی صفحے پر یہ عبارت درج ہے:

> "ایک اور ریجنل ناول جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ناواقفیت سے اکثر شادیوں میں کیسی کیسی خرابیں پیدا ہو جاتی ہیں۔اصل یہ ہے کہ سارا جھگڑا محض اس وجہ سے پیدا ہوا کہ میں نے حجرت رسالت مآب علیہ السلام کے اس حکم کی پروانہ کی۔ عقدِ نکاح سے پہلے بی بی کی صورت دیکھ لینی چاہیئے۔"(۹)

ان کے ناول "دلچسپ "میں بھی یہی موضوع دہرایا گیا ہے۔اس کے نتیجے میں عورت اور مرد دونوں کی زندگی مشکلات کا شکار ہو جاتی ہے اور عورت تو کہیں کی نہیں رہتی۔

راشد الخیری کے ناول "صبح زندگی "میں مصنف نے اپنی مرضی کی شادی کی حمایت کی ہے۔انھوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مرضی کی شادی نہ کرنے دینا دین میں سخت منع ہے۔ان کا ایک اور ناول "سوکن کا جلایا"کا موضوع ایک شادی شدہ مرد سے کنواری لڑکی کی شادی ہے۔اس کے بعد ساس اور نندوں کے ظلم و ستم کو بیان کیا گیا ہے۔وجہ یہ تھی کہ دولت کے لالچ میں لڑکی کے والدین نے اپنی بیٹی کو ایسے شادی شدہ مرد کے سر تھوپ دیا تھا جہاں اُن کی بیٹی کو اکثر و بیش تر ناگفتہ بہ عذابوں سے گزرنا پڑتا۔ ناول "صبح زندگی" سے ایک اقتباس یوں لیا گیا ہے:

> "اس کی مجبوری اور بے بسی تو دیکھو جس کے سر چاہا پھینک دیا، جہاں چاہا پٹخ دیا۔"(۱۰)

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 3 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

اردو کی ایک اور خاتون ناول نگار طیبہ بیگم کے ناول "انوری بیگم" میں بھی انھوں نے پسند کی شادی کی حمایت کی ہے جس میں ناول کے ہیرو بچپن کے منگیتر سے شادی سے انکار کر کے انوری بیگم (جو ایک پڑھی لکھی لڑکی ہے) سے شادی کر لیتا ہے۔

محمدی بیگم کے ناول "صفیہ بیگم" میں ایک ایسی لڑکی کا المیہ بیان کیا گیا ہے جس کی شادی اس کی پیدائش سے پہلے کزن کے ساتھ طے کر دی جاتی ہے۔ جب وہ پیدا ہوتی ہے اور عمر کی منزلیں طے کر کے جوانی کی دہلیز پر آ پہنچتی ہے تو اس کا وہ منگیتر آوارہ مزاج ہوتا ہے۔ان دونوں کی شادی تو ہو جاتی ہے مگر صفیہ اس غم کو دل میں لیے اس دنیا سے کوچ کر جاتی ہے لیکن مرنے سے پہلے اپنے والدین کے نام ایک ایسا خط چھوڑ کر جاتی ہے جس میں لڑکیوں پر ایسے ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جاتی ہے اور دیگر لوگوں کو بھی ایسے ظلم سے باز رہنے کو کہا جاتا ہے۔عباسی بیگم نے "زہرا بیگم" میں اس کی شادی بغیر مرضی کے ایک جاہل نواب سے کر دی جاتی ہے اور اس شادی کے غم میں گھل کر زہرا بیگم دردناک موت سے دوچار ہو جاتی ہے۔

صغرا ہمایوں کا ناول "سرگزشت ہاجرہ" جبری شادی کے حوالے سے ایک خاصے کی چیز ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدارا اپنی بہن اور بیٹیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ان کی مرضی کے خلاف کسی کے سر نہ منڈیں بلکہ ان کی رضا کو اولیت دیتے ہوئے باقاعدہ مشورہ کریں۔ وگرنہ بے جوڑ شادیاں دونوں فریقین کے لیے ہمیشہ کا عذاب بن جاتی ہیں۔پریم چند کے ناولوں میں تو اس حوالے سے خصوصی لیکچر دیئے ہیں جن میں عورتوں کی بے جوڑ شادی اور ان شادیوں کے مضر ثرات پر تفصیلی روشنی دال کر اس کے مضر اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ لڑکے اور لڑکی کو ان کے مذہب نے جو حق دیا ہے اسے اپنی پگڑی کا مسئلہ نہ بنائیں تاکہ ان دونوں کی زندگی مسائل کا شکار نہ ہو۔"جلوہ ایثار" میں ایک دوشیزہ جس کی پرتاب کی بجائے ایک بد چلن رئیس کملاچرن سے ہو جاتی ہے۔ اگرچہ وہ پرتاب کے ساتھ شادی کرنا چاہتی تھی مگر قسمت نے کملاچرن کے ہتھے چڑھا دیا۔ اس کے باوجود برجن نے اس کے ساتھ نباہ کرنے کی بہت کوشش کی مگر اُسے کبھی سکھ اور چین نصیب نہ ہوئے۔ وہ تو اچھا ہوا کہ کملاچرن خود ہی اپنی عیاشیوں کے نتیجے میں مر کھپ گیا۔اس وجہ سے برجن جوانی میں ہی بیوہ ہو گئی۔ایک حوالہ ملاحظہ ہو:

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 3 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

"برجن جو کملاچرن کی بے راہ روی کی وجہ سے پہلے ہی خوشیوں سے محروم تھی اپنی نوجوانی ہی میں ہوٹی کا لباس پہن لیتی ہے۔ یہ عبرتناک انجام صرف بے جوڑ شادی کا نتیجہ ہے۔"(۱۱)

ان کے ایک اور ناول "بازارِ حسن" میں سمن اپنی بے جوڑ شادی کی وجہ سے بازارِ حسن میں جا کر طوائف بن جاتی ہے۔ ایک اور طوائف پھول بائی بھی ایک بوڑھے سے شادی سے بھاگ آئی تھی اس طرح اس بازارِ حسن میں ایسی خواتین آکر بیٹھ گئی تھیں جو معاشرتی جبر کا شکار ہو کر آئی تھیں۔ ناول "نرملا" میں بھی بے جوڑ شادی اور جہیز کی لعنت کے حوالے سے خاصی تفصیل دی گئی ہے۔ "نرملا" کے والدین جہیز کی رقم نہ ہونے کی وجہ سے اس کی شادی بے جوڑ طریقے سے کرا دیتے ہیں اور اس طرح وہ عمر بھر تکالیف سہنے کے لیے زندہ رہتی ہے اور بے چاری تکلیفیں اٹھاتی ہیں۔ ناول "دوگان ہستی" میں بھی پریم چند نے بے جوڑ شادی کی خباثتوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ ان کے ناولوں کے حوالے سے قمر رئیس کہتے ہیں :

"بے میل شادی کا مسئلہ کسی خاص طبقے سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ ہر طبقے میں اس طرح کی شادیاں ہوتی ہیں اور عورتیں دکھ اٹھاتی ہیں۔ میدانِ عمل میں بھی پریم چند نے نینا اور منی رام کے سلسلے میں بے میل شادی کا مسئلہ اٹھایا ہے اور بتایا ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ منی رام اور نینا کے خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہے، اس کا انداز نینا کو پہلی رات بھی کہر جاتا ہے اور اس پر اس کا یہ رد عمل ہوتا ہے۔ جو آدمی صرف روپ کا بھوکا ہے جو صرف ناز و انداز کا غلام ہے جس کے لیے عورت محض نفع کا ایک ذریعہ ہے ایسے میں شوہر کیسے سمجھتی۔"(۱۲)

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسی شادی سے نالاں ہو کر وہ قومی تحریک میں حصہ لیتے ہوئے اپنے ہی شوہر کی گولی کا شکار ہو جاتی ہے۔

نذر سجاد حیدر کے ناول "اختر النساء" میں بھی اختر النسا کی شادی ایک آدمی سے ہو جاتی ہے جو اس پر ظلم و ستم کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ یوں وہ عمر بھر اپنے شوہر اور سسرال میں جبر مسلسل کا شکار رہتی ہے۔

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 3 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189

http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

حجاب امتیاز علی کے ناول "ظالم محبت" میں بھی بچپن کی ناجائز منگنی اور بغیر مرضی کی شادی کی وجہ سے پیدا شدہ مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔

اے آر خاتون کے ناول "شمع" میں پرانے واضع کے گھرانوں کے مسائل اور ان کی الجھنوں کے بارے میں پردہ چاک کیا گیا ہے۔اسی طرح جاہل اور قدامت پرست خاندانوں کے مسائل کی نشان دہی بھی کی گئی ہے جس کی وجہ سے ان خواتین پر ظلم و ستم کا بازار روا رکھا جاتا ہے۔

عزیز احمد کے ناول "گریز" میں پہلی بار ایک ایسی شادی کا ذکر کیا گیا ہے جس میں وہ ایک فیشن ایبل لڑکی سے شادی تو کر لیتا ہے مگر بعد میں اس کے کردار پر شک کرنے لگتا ہے جس پر لڑکی کی ماں اسے خلع لینے کا مشورہ دیتی ہے۔اسی طرح ناول "ایسی بلندی ایسی پستی" کی ہیروئن بھی اپنے شوہر سے خلع لیتی ہے۔یہاں مصنف کا مقصد خلع سے نہیں بلکہ اس حق کے حوالے سے ہے اسلام عورت کو خلع لینے کا حق دی اہے مگر ہمارا معاشرہ اس حق کو نہیں مانتا۔

یوں مجموعی طور پر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہمارے ناولوں میں عورتوں کی سماجی حیثیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی کر دی جاتی ہے جو اکثر بے جوڑ ہوتی ہے اور اس طرح وہ اس شادی سے تنگ آ کر خلع لینے کی پوزیشن تک پہنچ جاتی ہے۔اسی حوالے سے متعدد ناولوں میں ان مسائل کی نشان دہی کی گئی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈپٹی نذیر احمد، فسانہ مبتلا، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۹

۲۔ سرشار، فسانہ آزاد، جلد چہارم، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۶۰۵

۳۔ راشد الخیری، شام زندگی، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۷۸

۴۔ پریم چند، پردہ مجاز، مشمولہ، پریم چند، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۲۳۷

۵۔ صغرا مہدی، اردو ناولوں میں عورت کی سماجی حیثیت، سجاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۷

۶۔ ڈپٹی نذیر احمد، ایامیٰ، مجموعہ نذیر احمد، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۳۹۸

۷۔ سرشار، فسانہ آزاد، جلد دوم، ص ۹۷۱

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 3 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189

http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

۸۔ ایضاً، ص ۴۶۵

۹۔ مشرف احمد، عبدالحلیم شرر شخصیت اور فن، گوہر پبلی کیشنز، دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۱۰۶

۱۰۔ راشد الخیری، صبح زندگی، ص ۲۱

۱۱۔ شمیم نکہت، پریم چند کے افسانوں میں نسوانی کردار، نصرت پبلشرز، لکھنو، ۱۹۷۵ء، ص ۲۳۳

۱۲۔ قمر رئیس، پریم چند بہ حیثیت ناول نگار، سر سید بک ڈپو، علی گڑھ، ۱۹۶۸ء، ص